۳۔ دِلّی کا نہاری والا

اشرف صبوحی

پہلی بات : جب کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے تو عام زندگی میں رہن سہن کے علاوہ اس کے کھانے پینے کے طور طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔اسی طرح مختلف علاقوں میں ہر زمانے میں خورد ونوش کی اشیا کے استعمال میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔موجودہ زمانے میں فاسٹ فوڈ کو پسند کیا جاتا ہے۔مغلوں اورنوابوں کے زمانے میں طرح طرح کے کھانے پائے جاتے تھے جیسے نہاری جو صبح کے ناشتے کے لیے ایک قسم کا سالن ہوتا ہے اور پایے، بھیجے اور گوشت کوخوب گلا کر بنایا جاتا ہے۔ذیل کے مضمون میں نہاری اور اس کے سلسلے میں لوگوں کی پسند کوشگفتہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : اشرف صبوحی ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام سیّد ولی اشرف تھا۔ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں اینگلوعربک ہائی اسکول، دلّی سے انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اشرف صبوحی محکمۂ ڈاک وتار میں ملازم رہے۔ بعد میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوگئے۔ وہ ایک صاحبِ طرز ادیب تھے۔دلّی کے مختلف طبقوں کی بول چال، وہاں کے روزمرہ اور محاورے پر پوری گرفت رکھتے تھے۔انھوں نے بچوں کے لیے کہانیوں کی درجن بھر کتابیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ان کی کتابوں میں 'دلّی کی چند عجیب ہستیاں، غبارِ کارواں، جھروکے، 'بن باسی دیوی' وغیرہ شامل ہیں۔اشرف صبوحی نے چند انگریزی کتابوں کا اُردو ترجمہ بھی کیا۔۲۲/اپریل ۱۹۹۰ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

نہاری کیا تھی، بارہ مسالے کی چاٹ ہوتی تھی۔امیر سے امیر اور غریب سے غریب اس کا عاشق تھا۔نہاری اب بھی ہوتی ہے اور آج بھی دلّی کے سوا نہ کہیں اس کا رواج ہے، نہ اس کی تیاری کا کسی کو سلیقہ۔دلّی کا ہر بھٹیارا نہاری پکانے لگا، ہر نان بائی نہاری والا بن بیٹھا مگر نہ وہ ترکیب یاد ہے، نہ وہ ہاتھ میں لذّت۔کھانے والے نہ رہیں تو پکانے والے کہاں سے آئیں۔

نہاری کا نام سن کر باہر والے لوٹ ہوجاتے ہیں۔ ملنے والوں سے نہاری کی فرمائش ہوتی ہے۔اب اگر میزبان سلیقے مند ہے تو خیر ورنہ کھانے والوں کو منہ پیٹنا پڑتا ہے۔چار آنے کی نہاری میں آٹھ آنے کا گھی کون ڈالے۔ پھر آج کل لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ نہاری کے بعد تر تراتے حلوے یا گاجر کی تری سے مسالوں کی گرمی کو مارا جاتا ہے۔اس لیے نہاری بدنام ہوگئی ہے۔اس کے سوا نہاری بیچنے والوں کو بھی تمیز نہیں رہی۔ایرے غیرے نتھو خیرے نہاری کی دکانیں لیے بیٹھے ہیں۔ پہلے گنتی کے نہاری والے تھے؛ ایک چاندنی چوک میں، ایک لال کنویں پر، ایک حبش خاں کے پھاٹک میں اور ایک چتلی قبر اور مٹیا محل کے درمیان۔ان میں سے ہر ایک شہر کا ایک ایک کونا دبائے ہوئے تھا۔سب سے زیادہ مشہور دلّی کے نہاری والے کی دکان تھی جو گھنٹا گھر کے پاس قابل عطّار کے کوچے اور سیدانیوں کی گلی کے بیچ میں بیٹھتا تھا۔ جب تک یہ زندہ رہا، نہاری اپنے اصلی معنوں میں نہاری رہی۔ یہ کیا مرا کہ نہاری کا مزہ ہی مرگیا۔نہاری کیا کھاتے ہیں کلیجا جلاتے ہیں۔

یہ دکان ہم نے دیکھی ہے، بلکہ وہاں جا کر نہاری بھی کھائی ہے۔شوقین دور دور سے پہنچتے تھے۔گرم گرم روٹی اور تُرت دیگ

سے نکلی ہوئی نہاری ...جتنی نلّیاں چاہیں جھڑوائیں۔ بھیجا ڈلوایا۔ پیاز سے کڑکڑاتا ہوا گھی، بے ریشہ بوٹیاں، ادرک کا لچھّا، کتری ہوئی ہری مرچوں کی ہوائی اور کھٹّے کی پھٹکار۔ سبحان اللہ! نواب رام پور کا پورا دسترخوان صدقے تھا۔ گھروں میں اِس سامان کے لیے پورے اہتمام کی ضرورت ہے اس لیے جو اصل میں نہاری کا لطف اُٹھانا چاہتے تھے، انھیں دکان ہی پر جانا پڑتا تھا۔ شہر کے نہاری بازوں کی آج بھی نہاری والوں کے ہاں بھیڑ لگی رہتی ہے۔ صبح سے دس بجے تک تانتا نہیں ٹوٹتا تو اس کا ذکر ہی کیا، خصوصاً دلّی والے کی دکان پر۔ سورج نکلا نہیں کہ لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ دس اندر بیٹھے کھا رہے ہیں تو بیس پیالے، کٹورے، بادیے، پتیلیاں لیے کھڑے ہیں۔ ایک پیسے سے لے کر دو روپے تک کے گاہک ہوتے تھے لیکن مجال ہے کوئی ناراض ہو یا کسی کو اس کی مرضی کے مطابق نہ ملے۔ زیادہ سے زیادہ نو بجے دیگ صاف ہوجاتی تھی۔

یہ دکان دار 'دلّی کا نہاری والا' کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی آن کا کیا کہنا؛ سنا ہے کہ دلّی کے ایک رئیس اس کی دکان کو خریدنا چاہتے تھے۔ ہزار کوششیں کیں، روپے کا لالچ دیا، جائداد کی قیمت دگنی اور چوگنی لگادی، یہاں تک کہ دکان میں اشرفیاں بچھا دینے کو کہا۔ دوسرا ہوتا تو آنکھیں بند کرلیتا۔ وہیں کہیں قابل عطّار کے کوچے میں بلّی ماروں میں یا رائے مان کے کوچے میں جا بیٹھتا لیکن میاں دلّی والے مرتے دم تک اپنی اسی آن سے وہیں بیٹھے رہے۔

ہم پانچ چار دوست پیٹ بھر کر نہاری کے شوقین تھے۔ جاڑا آیا اور نہاری کا پروگرام بنا۔ یوں تو اِتوار کے اتوار باری باری سے کسی نہ کسی کے گھر پر نہاری اُڑا ہی کرتی تھی لیکن ہر پندرھویں دن اور اگر کوئی باہر کا مہمان آ گیا تو اس معمول کے علاوہ بھی خاص دکان پر جا کر ضرور کھا لیا کرتے تھے۔ ہمارا دستور تھا۔ ہم پر کیا منحصر ہے، نہاری بازوں کے یہ بندھے ہوئے قاعدے تھے کہ صبح کے لیے رات سے تیاری ہوتی تھی۔ تازہ خالص گھی دو چھٹانک فی کس کے حساب سے مہیا کیا جاتا تھا۔ گاجر کا حلوا حبش خاں کے پھاٹک یا جمال الدین عطّار سے لیتے تھے۔ اور تو کیا کہوں، اب ویسا حلوا بھی کھانے میں نہیں آتا۔ گندے نالے کی پھکسی ہوئی نیلی سفید، پھیکی سیٹھی، کچّی یا اُتری ہوئی گاجروں کی گلتھی ہوتی ہے۔ اب اور کیا تعریف کروں۔ خیر! صبح ہوئی، مؤذّن نے اذان دی اور نہاری نے پیٹ میں گدگدیاں کیں۔ ہمارے دوستوں میں خدا بخشے ایک سیّد صاحب تھے۔ بڑے زندہ دل، یاروں کے یار، نہایت خدمتی۔ یہ اُن کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ اندھیرے سے اُٹھ کر ایک ایک دوست کے دروازے کی کنڈی پیٹیں اور ایک جگہ سب کو جمع کردیں۔ سامان اسی غریب پر لادا جاتا۔

جب تک ہماری یہ ٹولی زندہ سلامت رہی اور میاں دلّی والے نیچی باڑ کی مَسلی مسلائی لیس دار ٹوپی سے اپنا گنج ڈھانکے، چھینٹ کی روئی دار کمری کی آستینوں کے چاک اُلٹے، آلتی پالتی مارے، چمچہ لیے دیگ کے سامنے گدّی پر دِکھائی دیتے رہے، نہ ہمارا یہ معمول ٹوٹا اور نہ نہاری کی چاٹ چھوٹی۔ دو چار مرتبہ کی تو کہتا نہیں ورنہ عموماً ہم اتنے سویرے پہنچ جاتے تھے کہ گاہک تو گاہک دکان بھی پوری طرح نہیں جمنے پاتی تھی۔ کئی دفعہ تو تنور ہمارے پہنچنے پر گرم ہونا شروع ہوا اور دیگ میں پہلا چمچا ہمارے لیے پڑا۔ دکان کے سارے آدمی ہمیں جان گئے تھے اور میاں دلّی والے کو بھی ہم سے ایک خاص دلچسپی ہوگئی تھی۔ تین چار موقعوں پر اُس نے خصوصیت کے ساتھ ہمارے باہر والے احباب کی دعوت بھی کی اور یہ تو اکثر ہوتا تھا کہ جب علی گڑھ یا حیدر آباد کے کوئی صاحب ہمارے ساتھ ہوتے، وہ معمول سے زیادہ خاطر کرتا۔ فرمائش کے علاوہ نلّی کا گودا، بھیجا اور اچھی اچھی بوٹیاں بھیجتا رہتا اور باوجود اصرار

کے، کبھی ان چیزوں کی قیمت نہ لیتا۔ اب یہ اپنے شہر والوں کی پاس داری کہاں؟ ہماری وضع میں کیا سلوٹیں آئیں کہ زندگی کی شرافت ہی میں جھول پڑ گئے۔

باتیں بڑے مزے کی کرتے تھے۔ مجھ کو پرانے آدمیوں سے پرانی باتیں سننے کا بچپن سے لپکا ہے۔ جب تک دکان لگتی، گاہک آتے میں اُن کا دماغ چاٹا کرتا۔ ایک دفعہ میرے چند دوست باہر سے آ گئے اور آتے ہی فرمائش کی، ''یار، نہاری نہیں کھلواتے؟'' میں نے کہا، ''نہاری! کل صبح ہی سہی۔ وہیں سے نظام الدینؒ چلے چلیں گے۔'' شام کو سیّد صاحب سے کہہ دیا اور سویرے ہی دکان پر جا پہنچے۔ دیگ ابھی کُھلی نہ تھی۔ تنور گرم ہو رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی دلّی والے کہنے لگے، ''حضّت، پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ ذرا تنور کا تاؤ آ جائے۔ مگر آج یہ آپ کے ساتھ کون صاحب ہیں؟ پنجاب کے معلوم ہوتے ہیں۔''

''ہاں، خاص مالیر کوٹلہ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کہا، کیا یاد کریں گے۔ نہاری تو کھلا دو۔''

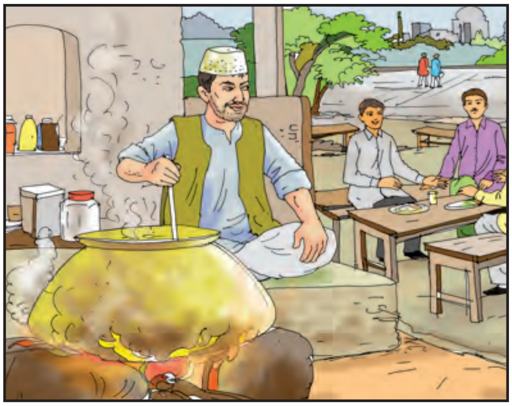

''مگر میاں، نہاری میں تو مرچیں زیادہ ہوتی ہیں۔''

''جو کچھ بھی ہو، کوئی صورت ایسی نہیں کہ مرچوں کی جھونجھ کم ہو جائے۔''

''کھٹّے اور گھی کے سوا اور کیا علاج ہے لیکن میاں تمھارے کھانے کا مزہ جاتا رہے گا۔''

''خیر! اللہ مالک ہے۔ کھلاؤ تو سہی۔''

''اپنی طرف سے تو کمی نہیں کروں گا، پھر بھی ناک آنکھ بہنے لگے تو ان کی تقدیر۔''

معانی و اشارات

آن	-	عزّت	گُلتھی	-	نرم، ملائم
لوٹ ہو جانا	-	مراد بہت پسند کرنا	جھونجھ	-	مراد تیکھا پن
چھٹانک	-	پچاس گرام وزن	بادیہ	-	بڑا پیالہ
چھینٹ	-	ایک قسم کا بوٹے دار کپڑا، رنگین کپڑا	کمری	-	ایک قسم کی جیکٹ
کلیجا جلانا	-	کُڑھنا	لپکا	-	شوق
خاطر کرنا	-	مہمان نوازی کرنا			

مشقی سرگرمیاں

ذیل کا شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔

دلّی میں نہاری کی دکانوں کے مقامات

ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ نہاری کیا ہوتی ہے؟

۲۔ نہاری کے بعد ترتراتے حلوے یا گاجر کی تری کیوں کھائی جاتی ہے؟

۳۔ دلّی کے نہاری والے کی دکان کہاں تھی؟

۴۔ نہاری بازوں کے قاعدے کیا تھے؟

۵۔ مصنف کے دوست سیّد صاحب کی ڈیوٹی کیا ہوتی تھی؟

۶۔ میاں دلّی والے کو مصنف سے خاص دلچسپی کیوں ہوگئی تھی؟

➤ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا شکلی خاکہ مکمل کیجیے۔

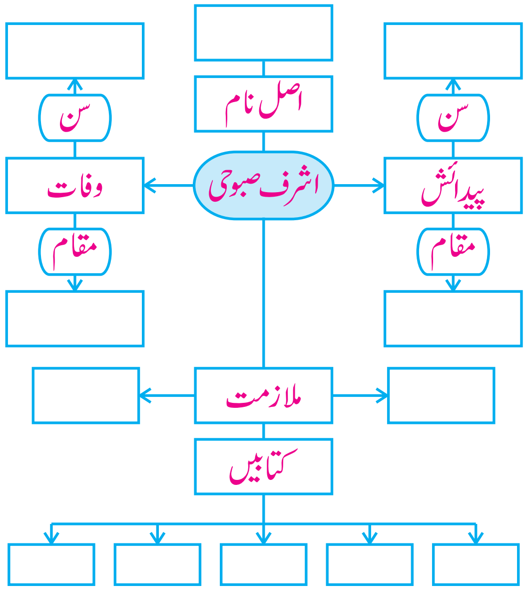

➤ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ نہاری بدنام کیوں ہوگئی ہے؟

۲۔ دلّی کے نہاری والے کی کن خوبیوں کی وجہ سے مصنف اکثر انھی کی دکان پر نہاری کھانے جاتے تھے؟

۳۔ نہاری کھانے کے پروگرام کے لیے مصنف اور ان کے دوستوں کا کیا معمول تھا؟

۴۔ باہر والے احباب کی دعوت یا مہمانوں کی آمد پر دلّی کا نہاری والا کس طرح خاطر کرتا تھا؟

➤ مفصل جواب لکھیے۔

۱۔ دلّی کے نہاری والے کی دکان کو خریدنے کے لیے ایک رئیس کی کوششیں بیان کیجیے۔

۲۔ دلّی کے نہاری والے کا حلیہ بیان کیجیے۔

۳۔ پنجاب کے مہمان کی آمد پر مصنف اور نہاری والے کی گفتگو کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

➤ سبق سے بولی کے الفاظ تلاش کرکے لکھیے۔

➤ اس سبق میں جن شہروں کا ذکر آیا ہے، ان کے نام لکھیے۔

➤ درج ذیل جملوں کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ذاتی تاثرات قلم بند کیجیے۔

۱۔ یہ کیا مرا کہ نہاری کا مزہ ہی مرگیا۔ نہاری کیا کھاتے ہیں، کلیجا جلاتے ہیں۔

۲۔ سبحان اللہ! نواب رام پور کا پورا دسترخوان صدقے تھا۔

۳۔ ہماری وضع میں کیا سلوٹیں آئیں کہ زندگی کی شرافت ہی میں جھول پڑ گئے۔

بول چال

➤ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی واضح ہوجائیں۔

۱۔ منہ پیٹنا ۲۔ کلیجا جلانا

۳۔ پیٹ میں گدگدیاں کرنا ۴۔ کنڈی پیٹنا

۵۔ دماغ چاٹنا

وسعت میرے بیان کی

➤ درج ذیل بیان کی وضاحت کیجیے۔

۱۔ اگر میزبان سلیقہ مند ہے تو خیر ورنہ کھانے والوں کو منہ پیٹنا پڑتا ہے۔

۲۔ چار آنے کی نہاری میں آٹھ آنے کا گھی کون ڈالے۔

زورِ قلم

➤ آپ کے شہر کی کسی مشہور دکان اور اس کی خصوصیت سے متعلق مضمون تحریر کیجیے۔

سرگرمی

➤ اسکول کی لائبریری سے مُلّا واحدی کا مضمون 'چچا کبابی دلّی والے' حاصل کرکے پڑھیے۔

NLHSTR